جناب ماسٹر محمد عمر خان گڑھ

اسلام کا تابناک ماضی

اسلامی عدل و انصاف کے چند نمونے

عیاض بن خلیفہ فرماتے ہیں :-

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔ کئی دن کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا اور جسم اس قدر دبلا ہو گیا کہ میں پہچان نہ سکا کہ یہ امیر المومنین حضرت عمرؓ ہیں۔ حالاں کہ آپ کا جسم مضبوط اور رنگ سفید تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کی تنگی اور تکلیف دیکھ کر آپ اکثر بھوکے رہتے اور تیل کھاتے جس سے آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔

ابن سعد فرماتے ہیں :-

ہم قحط کے دنوں میں کہا کرتے تھے اگر خداوند تعالیٰ نے قحط دور نہ کیا تو عمر مسلمانوں کی تکلیف کے دکھ میں جلد مر جائیں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا عمرؓ پالان پر سوار تیز تیز جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔

"امیر المومنین! کدھر؟"

کہنے لگے مالِ زکوٰۃ کا اونٹ بھاگ گیا ہے اسے ڈھونڈنے۔ ابوالحسن! میرے ساتھ آ میری معاونت کر"

میں نے کہا آپ نے کسی غلام کو کیوں تکلیف نہ دی۔ کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت بخشی اگر دریائے فرات کے کنارے ایک بکری بھی مالِ زکوٰۃ کی غائب ہو گئی تو قیامت کے دن اس کے بارے میں عمر کی گرفت ہو گی۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ رو پڑے اور کہا عمر! تو نے آنے والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا خدا کی قسم وہ تیرے نقشِ قدم پر نہیں چل سکیں گے

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں شاہ غسان جبلہ بن ایہم مسلمان ہو گیا۔ مکہ معظمہ حج

کے لئے آیا تو مکہ کی عورتیں اور بچے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے شاہ غسان کو دیکھنے لگے۔ شاہ غسان اپنے سینکڑوں مصاحبین کے ساتھ موسم حج میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اتفاقاً ایک غریب اعرابی بھی ساتھ ساتھ طواف کر رہا تھا۔ غریب اعرابی کا پاؤں اچانک بادشاہ کے ازار پر پڑا۔ ازار کا کنارہ دب گیا جس سے جبلہ شہزادے کی لنگی کھل گئی۔ شہزادے کو غصہ آیا اس نے اُس غریب اعرابی کو ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ اس بے چارے کا دانت ٹوٹ گیا۔ وہ شخص اسی حالت میں حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا۔

"امیر المومنین! جبلہ شہزادہ غسان نے میرا دانت توڑ دیا ہے۔"

حضرت نے فرمایا۔ جبلہ ہمارے پاس بلاؤ۔

چنانچہ جبلہ کو لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ سے پوچھا کہ کیا واقعی تو نے اس غریب کا دانت توڑا ہے؟

اس نے کہا "ہاں یا امیر المومنین"

آپ نے فرمایا اس غریب شخص کو اجازت دے کہ وہ بھی تجھے اسی طرح طمانچہ رسید کرے جس طرح تو نے اس کو طمانچہ رسید کیا۔

جبلہ یہ حکم سن کر طیش میں آگیا۔ اس نے کہا "یا امیر المومنین! مجھے اور ایک معمولی بازاری آدمی کو کس چیز نے برابر کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اسلام نے" اس نے کہا مجھے رات بھر سوچنے دیجئے۔ آپ نے فرمایا اگر صاحب قصاص راضی ہو جائے تو مہلت ہے۔ وہ غریب راضی ہو گیا۔ جبلہ رات ہی رات قصاص سے بچ کر بھاگ گیا اور رومیوں سے جا ملا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی مساوات کی ایسی مثال قائم کی کہ اسلامی حکم کے مقابلہ میں ایک جبلہ کیا ہزار جبلہ بھی غلطی کرے اور قصاص نہ دے۔ پھر بھی اسلامی حکم میں تبدیلی نہیں آسکتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ جنگ میں جانے لگے کہ آپ کی زرہ گم ہو گئی۔ جنگ ختم ہوئی تو کوفہ واپس آئے تو دیکھا کہ وہ زرہ ایک یہودی کے پاس ہے۔

آپ نے اس یہودی کو فرمایا۔ "یہ زرہ میری ہے نہ میں نے تمہارے ہاتھ فروخت کی نہ ہبہ پھر تیرے پاس کیسے آئی؟" اس نے کہا غلط ہے یہ آپ کی نہیں بلکہ میری ہے۔ معاملہ قاضی کے پاس حضرت علیؓ لے گئے۔ قاضی شریح نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے پوچھا۔ آپ کا کوئی گواہ ہے؟ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کیا۔ قاضی شریح نے کہا۔ "بیٹے کی گواہی باپ کے لئے جائز نہیں۔"

آپ نے فرمایا اچھا اہل جنت کی گواہی ناجائز ہے؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو اہلِ جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے۔ قاضی شریح نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اور کوئی گواہ نہ تھا۔ یہودی حیران رہ گیا کہ خلیفہ وقت ہوتے ہوئے عدالت میں مقدمہ لائے۔

معمولی سی بات تھی کہ ایک ملازم کو بھیج کر حکماً زرہ لے سکتے تھے۔ اور میری مجال نہ تھی کہ ان کے حکم کی حکم عدولی کرتا۔ اس بات سے متاثر ہو کر یہودی نے زرہ واپس کر دی اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ میں ایک گھر میں جا کر ایک اندھی بڑھیا کو دیکھا۔ میں نے پوچھا اے بڑھیا یہ کون شخص تمہارے پاس آکر تمہاری خدمت کرتا ہے؟ بڑھیا نے کہا جب سے ابوبکر صدیق خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے میرے گھر کی صفائی کرتے ہیں بکری کا دودھ دوھ دیتے ہیں میری خوراک کا بندوبست کر کے چلے جاتے ہیں۔

سیرت عمر بن عبدالعزیز مصنفہ عبداللہ بن عبدالحکیم میں بیان کیا گیا ہے۔ مصر میں ایک غریب عورت رہتی تھی اس کے مکان کی دیوار نیچی تھی۔ کوئی شخص اس کی مرغیاں چرا لے جاتا تھا اس نے یہ شکایت عمر بن عبدالعزیز کو لکھ کر بھیجی۔ آپ نے مصر کے گورنر کو خط لکھا کہ فوری طور پر جا کر اپنی موجودگی میں اس غریب عورت کے گھر کی دیوار کو اونچا کرو تاکہ اس کی مرغیاں چوری سے محفوظ ہو جائیں گورنر نے ایسا ہی کیا۔

سلطان محمد تغلق المتوفی ۷۵۲ھ کے خلاف ایک امیر لڑکے نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ کیا کہ سلطان نے مجھے بلا سبب مارا ہے۔ قاضی نے فیصلہ کیا کہ سلطان یا تو لڑکے کو راضی کرے یا قصاص دے۔

ابن بطوطہ مشہور سیاح لکھتا ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ سلطان نے اپنے دربار میں لڑکے کو بلایا اس کے ہاتھ میں چھڑی دی اور قسم دلا کر کہا تم اپنا بدلہ لے لو۔ اور جس طرح میں نے تجھے پیٹا تھا تم بھی مجھے مارو۔ اس کے بعد لڑکے نے سلطان کو اکیس چھڑیاں ماریں یہاں تک کہ ایک مرتبہ سلطان کی ٹوپی سر سے گر پڑی۔ (سفرنامہ ابن بطوطہ ص۱۳۸)

سلطان ناصر الدین محمود بن التمش المتوفی ۶۶۴ھ اپنے ذاتی مصارف کا بار شاہی خزانہ پر نہیں ڈالتا تھا بلکہ اپنے تمام اخراجات قرآن پاک کی کتابت سے پورا کرتا تھا۔ امور خانہ داری کے لئے سوائے ان کی بیوی کے کوئی خادمہ نہیں

تھی۔ ایک دفعہ ملکہ نے شکایتاً عرض کیا کہ روٹی پکانے سے میرے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔ بیوی کی تکلیف کو سن کر سلطان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور گلوگیر آواز میں کہا۔

"صبر کن تا خدائے تعالیٰ روز آخرت نتیجہ شائستہ دہد"

یعنی صبر کرو تاکہ خدا تعالیٰ آخرت کے روز اچھا نتیجہ دیں۔

سلطان سکندر لودھی پانچوں وقت کی نماز مسجد میں ادا کرتا۔ سال میں دو بار محتاجوں اور مسکینوں کی فہرستیں تیار کراتا۔ ان کی مدد کرتا۔ جاڑوں کے موسم میں لحاف اور گرم کپڑے تقسیم کرتا۔ شہروں میں اناج اور پکا ہوا کھانا تقسیم کرتا غریب لڑکیوں کی شادی کے سلسلے میں سلطان کی طرف سے مدد کی جاتی تھی۔ (سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۱۲۵)

اندلس کا سلطان عبدالرحمٰن نیک سیرت اور منصف مزاج تھا اگر رعایا میں سے کوئی بیمار پڑتا تو عیادت کے لئے خود جاتا۔ کوئی شخص مر جاتا تو چاہے کیسا ہی غریب کیوں نہ ہو جنازہ میں شریک ہوتا اور بذات خود نماز جنازہ کی امامت کرتا۔ (خلافت ہسپانیہ مؤلفہ مفتی انتظام اللہ ص ۶۳)

اسلامی تاریخ میں سب سے ظالم حکمران غالباً حجاج بن یوسف تھا۔ بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے عامل پر عمر انہوں نے پتھر برسائے تو آپ نے بددعا دی کہ ان پر ثقفی مسلط کر جو ان کی کسی نیکی کو قبول نہ کرے اور برائی کی معافی نہ دے مگر جب سندھ سے ایک مظلوم مسلمان عورت کی فریاد کی خبر پہنچی تو بلا تاخیر اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم کو بھیج کر راجہ داہر کو اس کی سرکشی کا مزہ چکھایا

ابن اثیر لکھتا ہے کہ رومیوں کے ہاں ایک قیدی عورت کی فریاد جب خلیفہ عباسی معتصم باللہ کو پہنچی تو وہ تخت پر بیٹھا ہوا تھا فوراً لبیک لبیک کہتا ہوا تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اور محل کے اندر چلایا النفیر النفیر (عام لام بندی) پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا سامان کا تھیلا ساتھ لیا۔ فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ بغداد کے قاضی کو بلا کر ۳۰۲ عادل گواہوں کے سامنے وصیت کی کہ میری جائیداد کے تین حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ اولاد کو ملے۔ ایک حصہ اللہ کے نام پر خرچ کیا جائے ایک حصہ غلاموں اور متوسلین کو دیا جائے۔

دشمن عظیم بادشاہ روم تھا اور جنگ بھی سخت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عنایت فرمائی۔

ابن جوزی کتاب الاذکیا میں لکھتے ہیں ۔ مکتفی باللہ کے دور میں چوری نام کی کوئی چیز نہیں تھی اگر چوری ہو جاتی تو چوری کا تاوان پولیس افسر سے لیا جاتا تھا ۔

اندلس کے حکمران منصور کو جب ایک مسلمان قیدی عورت کی فریاد پہنچی تو فوج لے کر فرڈی ننڈ پر چڑھ دوڑا اور اس مسلمان عورت کو آزاد کرا کے دم لیا ۔

ایک بڑھیا بکریاں چرا رہی تھی ۔ اچانک ایک بھیڑیا بکری اٹھا کر چلا گیا ۔ بڑھیا نے کہا آج عمر بن عبدالعزیز معزول ہو گئے ہیں یا ان کا انتقال ہو گیا ہے ۔ ورنہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا ۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا تھا ۔ یہ کہاوت نہیں بلکہ حقیقت ہے ۔ عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت میں بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے ۔

سلطان محمود کے دور میں ایک بڑھیا سرائے میں ٹھہری ہوئی تھی ڈاکوؤں نے اس کا سامان لوٹ لیا بڑھیا روتی ہوئی سلطان کے ہاں فریاد لے گئی ۔ سلطان نے پوچھا ڈاکو کس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ بڑھیا نے کہا وہ بلوچ باشندے ہیں ۔ سلطان نے کہا ان کا علاقہ میری مملکت سے باہر ہے میں وہاں کچھ نہ کر سکوں گا ۔ بڑھیا نے کہا اگر تم اپنی رعایا کے نقصان کی تلافی نہیں کر سکتے تو تاوان ادا کیجئے ۔ سلطان محمود کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔ ڈاکوؤں کا قلع قمع کیا اور بڑھیا کا سامان واپس دلوایا ۔ اس کے بعد سلطان نے ہر جگہ مخبر مقرر کر دئیے یہاں تک کہ سلطنت کے اندر رعایا کے کسی فرد کی اگر مرغی بھی ضائع ہو جاتی تو سلطان اس کی تلافی کرتا تھا ۔

مغلیہ سلطنت کے آخری فرماں روا اورنگ زیب عالمگیر کا ایک مرتبہ حسن ابدال سے گذر ہوا تو شاہی وقائع نگار محمد ساقی مستعد خان سے اس کے ملازمین نے عرض کیا ۔ قریب میں ایک غریب ضعیفہ رہتی ہے اس کی گذر بسر ایک پن چکی پر ہے جو سرکاری باغ سے نکل کر جانے والے پانی سے چلتی ہے ۔ اس پانی کے باغ کے سرکاری نگران نے پانی بند کر دیا جس کی وجہ سے بڑھیا کی پن چکی بند ہو گئی ہے اور ضعیفہ پریشان ہے ۔ بادشاہ نے فوراً پانی جاری کرا دیا اور اشرفیاں معہ طعام کے بڑھیا کے ہاں بھجوا دیں ۔ اور کہلا بھیجا کہ اگر ہمارے قیام سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو تو ہم معافی کے طلبگار ہیں ۔ دوسرے روز ضعیفہ کو بادشاہ نے پالکی میں بٹھا کر اپنی قیام گاہ میں اس کی دعوت کی بیش بہا قیمتی تحائف دئیے اس سے تکلیف کے بارے میں پوچھا تو بڑھیا نے کہا میری آنکھوں کی بینائی کمزور ہے ۔ بادشاہ نے ایک حکیم کو

اس کے گھر بھیجا جس نے اس کی آنکھوں کا علاج کیا بڑھیا ٹھیک ٹھاک ہوگئی اور چہرے کی جھریاں بھی جاتی رہیں۔

مالوہ کا حکمران سلطان محمد خلجی بہت عادل اور نیک سیرت انسان تھا۔ اس کی مملکت میں کوئی شخص چوری کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر چوری ہوتی تو خزانۂ شاہی سے ہرجانہ ادا کر دیا جاتا۔ ایک بار کسی شیر نے ایک مسافر کو ہلاک کر دیا اس کی بیوی نے سلطان کے ہاں فریاد کی۔ سلطان نے چاروں طرف اعلان کرا دیا کہ کہیں کوئی شیر نہ رہنے پائے اس حکم کے بعد مالوہ میں شیر یا درندوں کا نام و نشان بھی مٹ گیا

روم کا بادشاہ ہرقل حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات سے سخت حیران تھا۔ ایک دن درباریوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات کے بارے میں پوچھا کہ کیا سبب ہے؟ ایک بوڑھا رومی جو عربوں کی زبان جانتا تھا اس نے عرض کیا کہ اگر جان بخشی ہو تو دو لفظ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ بوڑھے رومی نے کہا

"لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ" کہ عمرؓ نہ دھوکہ دیتے ہیں نہ دھوکہ کھاتے ہیں۔

بادشاہ بھی آخر دانا تھا کہنے لگا۔ دھوکہ نہ دینا دلیل ہے ان کے دین کی۔ دھوکہ نہ کھانا دلیل ہے ان کے عقل کی جو لوگ دین اور عقل کے جامع ہوں ان کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔

بابر نے راجپوتوں کو میدانِ جنگ میں فیصلہ کن شکست دی۔ ایک راجپوت نوجوان بابر کو دھوکہ سے قتل کرنے کی نیت سے دہلی آیا۔ عوام میں یہ بات مشہور تھی کہ بابر بادشاہ عام آدمیوں کے لباس میں بازاروں میں اکیلا گھومتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی نہیں ہوتا۔ راجپوت نوجوان خنجر چھپائے بازاروں میں گھومتا رہا کہ کسی طرح بابر سے اس کا سامنا ہو جائے۔ ایک شام جب صبح کی سفیدی رات کی تاریکی میں بدلنے لگی۔ نوجوان راجپوت نے شور سنا اور وہاں پہنچا۔ ایک تنگ سڑک پر مست ہاتھی ہوا میں سونڈ لہراتا پاؤں زمین پر مارتا آ رہا تھا لوگ اپنے بچوں کو گھسیٹتے ہوئے دکانوں اور مکانوں میں پناہ لینے لگے۔ ایک چھوٹا سا بچہ جو خطرہ کو سمجھنے کا ہوش بھی نہ رکھتا تھا عین ہاتھی کے راستے میں موجود ہے۔ ایک شخص چلایا بچے کو بچاؤ۔ دوسرا شخص بولا اجنبی بچے کے لئے کون اپنی جان خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ اتنے میں مست ہاتھی نے بچے کو سونڈ مار کر گرا دیا اور اپنا پاؤں بچے کو کچلنے کے لئے اٹھایا۔ لوگوں نے اس خوفناک منظر کو دیکھنے کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یکایک ایک دراز قد انسان دوڑتا ہوا آیا اور پھرتی سے بچے کو ہاتھی کے سامنے سے جھپٹ کر اٹھا کر چھلانگ مار کر ایک طرف ہو گیا۔

لوگ اس کارنامے کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ اس تگ و دو میں اس شخص کی پگڑی گر پڑی لوگوں نے اسے پہچان لیا۔ سب طرف سے لوگ پکار اٹھے یہ تو ہمارا بادشاہ سلطان بابر ہے۔ نوجوان راجپوت سلطان بابر کی طرف بڑھا اور گھٹنے ٹیک دئے۔ بادشاہ نے پوچھا اے نوجوان تم کیا چاہتے ہو؟ میرے سامنے گھٹنوں کے بل کیوں گر گئے ہو"

نوجوان نے جواب دیا۔ "جناب! میں آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے مجھے عملی طور پر دکھا دیا کہ جان لینے سے جان دینا بہتر ہے"

بادشاہ نے نوجوان کا سر چوم لیا اور کہا ہاں میرے دوست جان دینا جان لینے سے بہتر ہے۔ تم ایک بہادر انسان ہو کیونکہ تم نے تسلیم کر لیا کہ تم مجھے قتل کرنے کی نیت سے آئے تھے تم نے میری جان بخشی کر دی۔ اس لئے آج میں تم کو اپنا محافظ مقرر کرتا ہوں تاکہ تم میری محافظت کر سکو۔ چنانچہ نوجوان راجپوت سلطان بابر کا تادم زیست باڈی گارڈ رہا۔

ایک مرتبہ خلیفہ معتصم باللہ بارش کے دن اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا راستے میں اسے ایک غریب بوڑھا ملا جس کا گدھا پھنس گیا جس پر لکڑیاں لدی ہوئی تھیں۔ بوڑھا مدد کے لئے راہ گیر کا منتظر تھا۔ خلیفہ گھوڑے سے اترا گدھے کو کیچڑ سے نکالا لکڑیوں کا گٹھا الگ کیا۔ پھر اس پر گٹھا لاد دیا۔ بوڑھے نے خلیفہ کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اتنے میں خلیفہ کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے تو خلیفہ نے بوڑھے کو چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

بقیہ از صفحہ ۱۹

واجب الاحترام امیر کی ذاتی نگرانی میں مستند علماء اور ماہرین فقہ کے ذریعہ جدید زبان و اسلوب و ترتیب کے ساتھ عائلی قانون اور مسائل نکاح و طلاق و حقوق و فرائض کی تدوین کا کام شروع ہو گیا ہے اور اس کا خاصا حصہ مرتب ہو کر ممتاز علماء اہل نظر کی خدمت میں رائے و مشورہ کیلئے بھیجا جا چکا ہے، اس کی ترتیب کے بعد عدالتوں اور مجلس قانون ساز اور معترضین کو یہ کہنے کا حق بھی نہیں ہوگا کہ ہمارے پاس قدیم تراجم کے علاوہ جو زیادہ تر غیر مسلم قانون دانوں اور مصنفین کی مرتب کی ہوئی ہیں، شریعت اسلامی کا مستند و براہ راست کوئی مجموعہ قوانین نہیں ہے، اسی کے ساتھ اصلاح معاشرہ، اصلاح رسوم اور مسلمانوں کی عائلی زندگی کو شرعی احکام، قرآنی تعلیمات اور اسوۂ نبوی کی روشنی میں منظم و بہتر بنانے کی کوشش بھی جاری کر دی گئی ہے اور جا بجا دار القضاء بھی قائم کئے جا رہے ہیں تاکہ مسلمان اپنے تنازعات و مسائل خاص شریعت کی روشنی میں حل کریں